اسوۂ حسنہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریریں

عبدالقدیر سلیم

ابلاغ کا اہتمام

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ مبارکہ تھی کہ کھڑے ہو کر خطاب فرماتے۔ حضرت جابر بن سمرہؓ جو دعویٰ کرتے ہیں کہ انھوں نے آپؐ کے ساتھ دو ہزار سے زیادہ نمازیں پڑھی ہیں --- کہتے ہیں کہ آپؐ بیٹھ کر خطبہ نہیں دیتے تھے۔ ۱۔ متعدد صحابہ کی روایت سے پتا چلتا ہے کہ آپؐ دو خطبے دیتے تھے' اور ان کے وقفے کے درمیان منبر پر بیٹھ جاتے تھے۔ ۲۔ لیکن یہ دستور غالباً جمعہ کے خطبات کا تھا' جیسا کہ حضرت ابن عمرؓ کی روایت سے پتا چلتا ہے کہ آپؐ منبر پر رونق افروز ہوتے تو بیٹھ جاتے' یہاں تک کہ موذن اذان سے فارغ ہو جاتا۔ پھر آپؐ کھڑے ہوتے اور خطاب فرماتے۔ اس کے بعد بیٹھ جاتے' اور بات چیت نہ کرتے' پھر کھڑے ہوتے اور خطاب فرماتے۔ ۳۔ یہی معمول ساری دنیا میں خطبۂ جمعہ کے لیے آج بھی جاری ہے۔

ابنِ جریر طبری کی روایت کے مطابق مسجدِ نبویؐ میں لکڑی کا منبر سب سے پہلے ۸ ھ میں بنایا گیا۔ اس کے دو زینے اور پھر نشست گاہ تھی۔ ۴۔

اگرچہ معمول کھڑے ہو کر خطاب کرنے کا تھا' تاہم بعض غیر معمولی حالات میں' اور بڑے مجمعوں میں آپؐ سواری پر بیٹھ کر بھی خطاب فرماتے تھے۔ حجتہ الوداع کے مشہور خطبہ کے دوران آپؐ اپنی اونٹنی قصواء پر سوار تھے۔ ۵۔ اسی طرح ہلال بن عامرؓ نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ منیٰ میں آپؐ نے اپنے خچر پر سوار ہو کر خطبہ دیا۔ اس وقت آپؐ سرخ دھاری والی چادر اوڑھے ہوئے تھے' حضرت علیؓ آپؐ کے سامنے تھے' اور آپؐ کے

الفاظ کو دہراتے جاتے تھے۔ ۹؎ اس روایت سے' نیز دوسری روایات سے پتا چلتا ہے کہ حجتہ الوداع کے بڑے مجمعوں میں آپؐ کی آواز تمام حاضرین تک پہنچانے کے لیے مکبرین تھے' جو آپؐ کے الفاظ دہراتے جاتے تھے۔

اگرچہ آپؐ کی آواز بلند اور مخرج نہایت صاف تھا' تاہم آپؐ یہ پسند فرماتے تھے کہ خطاب کے وقت لوگ خطیب کے قریب ہو جائیں۔ بقول سمرہ بن جندبؓ آپؐ نے فرمایا تھا کہ "ذکر (خطبہ) کے وقت حاضر رہو' اور امام کے قریب ہو جاؤ' کیوں کہ وہ شخص جو ہمیشہ دور رہتا ہے' اگر جنت میں داخل بھی ہو' تو تاخیر سے داخل ہو گا۔" ۷؎

چوں کہ کلام اور خطاب سے مقصود کوئی اظہارِ اعجاز نہیں تھا' بلکہ سامعین کی اصلاح اور تعلیم مقصود تھی' اس لیے آپؐ اس طرح کلام فرماتے کہ لوگ بات کو اچھی طرح سنیں' ذہن نشین کر لیں' اور یاد رکھیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو تم لوگوں کی طرح لگاتار اور جلدی جلدی نہیں ہوتی تھی' بلکہ صاف صاف ہر مضمون دوسرے سے ممتاز ہوتا تھا کہ پاس بیٹھنے والے اچھی طرح ذہن نشین کر لیتے تھے۔ ۸؎

حضرت حسینؓ نے جب ہند بن ہالہؓ سے آپؐ کی گفتگو کی کیفیت پوچھی' تو انھوں نے کہا کہ آپؐ زیادہ تر غمگین اور ہمیشہ سوچ میں رہتے تھے۔ عموماً خاموش رہتے' بلا ضرورت گفتگو نہ فرماتے۔ کلام کی ابتدا اور انتہا پوری ادائیگی کے ساتھ ہوتی تھی۔ ۹؎ بعض لوگ تکبر سے اس طرح گفتگو کرنے کے عادی ہوتے ہیں کہ آدھی بات منھ سے نکلتی ہے' اور آدھی بات منھ ہی میں رہ جاتی ہے۔ آپؐ کی عادتِ شریفہ اس طرح کی نہ تھی۔ جن باتوں پر زور دینا ہوتا' انھیں دو یا تین دفعہ دہراتے کہ لوگوں کے ذہن نشین ہو جائیں' یا تاکید کا اندازہ کر لیں۔ ۱۰؎ بعض دفعہ خطاب فرماتے وقت آنکھیں سرخ ہو جاتیں' آواز بلند ہو جاتی' اور گویائی کی کیفیت کچھ یوں ہوتی' گویا آپؐ غضب ناک ہوں۔ "یوں محسوس ہوتا جیسے آپؐ کسی لشکر سے ڈرانے والے ہوں' (وہ خبردار کرنے والا) جو کہہ رہا ہو کہ تم پر صبح یا شام کو حملہ ہونے والا ہے۔" ۱۱؎

گفتگو میں چہرے' آواز اور ہاتھ کے اشاروں سے کام لیتے۔ جابرؓ کہتے ہیں کہ آپؐ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ "میں ایک ایسے زمانے میں بھیجا گیا ہوں' جب قیامت ان کی طرح قریب ہے" اور یہ کہہ کر آپؐ نے انگشتِ شہادت اور بیچ کی انگلی باہم ملائیں۔ ۱۲؎

کلام کی جامعیت:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا کہ: بُعِثْتُ بِجَوَامِعِ الْکَلِمِ' یعنی میں کلمات جامعات کے ساتھ مبعوث ہوا ہوں۔ مختصر اور چھوٹے سے فقرے میں معانی کا ایک سمندر سمو دینا آپؐ کی خصوصیت تھی اسی لیے آپؐ کی تقریر عموماً مختصر ہوتی تھی (اگرچہ بعض طویل خطاب کی روایات بھی ملتی ہیں' جن کا تذکرہ آگے آئے گا)۔ عمرو بن العاصؓ کہتے ہیں کہ ایک روز ایک شخص تقریر کرنے کھڑا ہوا' اور بڑی لمبی چوڑی باتیں کرنے لگا۔ عمروؓ نے لوگوں سے کہا' "اگر یہ شخص گفتگو میں میانہ روی اختیار کرتا تو اس کے لیے بہتر ہوتا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ "میں نے یہ سمجھ لیا ہے" یا "مجھے یہ حکم دیا گیا ہے" اس میں راوی کو شک ہے کہ آپؐ کے الفاظ کیا تھے "کہ گفتگو میں اختصار سے کام لوں' کیونکہ اختصار ہی بہتر ہوتا ہے" ۔۱۳۔ اسی طرح عمارؓ بتاتے ہیں کہ انھوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ "آدمی کا لمبی نماز پڑھنا اور خطبہ کا اختصار اس کی دانائی کی علامت ہے۔ سو نماز کو طول دو' اور خطبے کو مختصر کرو۔ حقیقت تو یہ ہے کہ بعض بیان ہی سحر انگیز ہوتا ہے (اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا)" ۱۴۔ اسی طرح جابرؓ کی روایت سے پتا چلتا ہے کہ آپؐ کا خطبہ اوسط طوالت کا ہوتا تھا' نہ بہت زیادہ مختصر' اور نہ بہت طویل۔۱۵۔

عید کے خطبے

تاریخ و آثار میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عید کے دن خطبہ دینے کا ذکر بھی ملتا ہے۔ ابوسعید خدریؓ کے مطابق عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کی صبح جب مسلمان عیدگاہ میں جمع ہو جاتے' تو پہلے آپؐ عید کی دو رکعت نماز پڑھاتے' پھر کھڑے ہو جاتے' لوگ بیٹھے رہتے' اور آپؐ ان سے خطاب فرماتے' نصیحت کرتے اور ضروری احکام صادر فرماتے' اگر کہیں کوئی لشکر بھیجنا ہوتا تو اس کا انتظام فرماتے' یا کسی اور چیز کا حکم دینا ہوتا' تو اس کا حکم دیتے۔ گویا یہ خطبۂ عید کے موضوعات تھے ۱۶۔ حضرت جابرؓ نے ایک عید کے احوال یوں بیان کیے ہیں کہ ایک عید کے دن وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نمازِ عید کے لیے گئے' تو آپؐ نے پہلے نماز پڑھی (اور سب نے آپؐ کے ساتھ نماز ادا کی)۔ اس نماز میں اذان اور اقامت نہیں کہی گئی۔ جب آپؐ نماز پڑھا چکے' تو حضرت بلالؓ کے سہارے کھڑے ہوئے۔ آپؐ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی' لوگوں کو نصیحت فرمائی' انھیں احکامِ الٰہی یاد دلائے' اور اپنی اطاعت پر ابھارا۔ پھر آپؐ عورتوں کی طرف تشریف لے گئے

(جو عید گاہ میں نماز کے لیے علیحدہ صف بند تھیں)۔ بلالؓ ساتھ تھے۔ آپؐ نے انھیں اللہ سے ڈرتے رہنے کا حکم دیا' انھیں نصیحتیں کیں' اور ان کے فرائض یاد دلائے۔ ۱۷۔ مسلم کی ایک اور روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ آپؐ یہ بھی فرماتے "صدقہ دو' صدقہ دو" اور صدقہ دینے والی اکثر عورتیں ہوا کرتی تھیں۔ ۱۸۔ عید کے دن خاص طور پر انفاق اور صدقہ دینے کی تاکید غالباً اس لیے کی جاتی تھی کہ آپؐ چاہتے تھے کہ خوشی کے اس دن سب لوگ اچھی طرح کھا پی لیں' اور کوئی غریب اور محتاج محروم نہ رہ جائے۔

عید کے علاوہ بھی بعض دفعہ آپؐ عورتوں کی مجالس میں علیحدہ خطاب فرماتے۔ ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت آئی' اور کہا کہ یا رسول اللہؐ' مردوں نے تو آپؐ کی باتوں سے فائدہ اٹھا لیا' آپؐ اپنی طرف سے ہمارے لیے بھی کوئی دن مقرر فرمادیں' جس میں ہم آپؐ کے پاس آئیں' اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ آپؐ کو سکھایا ہے' اس میں سے آپؐ ہمیں بھی کچھ سکھائیں۔ آپؐ نے فرمایا' اچھا تم فلاں دن فلاں جگہ جمع ہو جانا۔ وہ جمع ہو گئیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس گئے' اور اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو جو تعلیم دی تھی' اس میں سے آپؐ نے انھیں بھی سکھایا۔ ۱۹۔

پر اثر خطابت

اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں وہ تاثیر رکھی تھی کہ اصحاب سنتے اور بے اختیار عمل کی طرف دوڑ پڑتے۔ ابن عباسؓ کی ایک روایت سے پتہ چلتا ہے کہ ایک دفعہ عید کی نماز کے بعد آپؐ نے پہلے تو مردوں کے سامنے تقریر فرمائی' اور پھر بلالؓ کو ساتھ لے کر عورتوں کے مجمع کی طرف تشریف لے گئے۔ وہاں انھیں نصیحتیں فرمائیں' اور صدقہ و زکوٰۃ کی تلقین کی۔ عورتیں اپنے روپے پیسے سے زیادہ اپنے زیورات سے محبت رکھتی ہیں' کیونکہ وہ نہ صرف ان کا اثاثہ ہوتے ہیں' بلکہ ان کی اشیائے زینت بھی' اور یہ تو خاص عید کا دن تھا ---- "یوم الزینت"۔ لیکن آپؐ کی تلقین کا یہ اثر ہوا کہ عورتوں نے اپنے گلے اور کانوں سے زیور اتار اتار کر بلالؓ کے حوالے کرنے شروع کر دیے۔ ۲۰۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے جو حکم ملتا' اس کی فوری اطاعت صحابہ کرام کا شیوہ تھا۔ مگر اس سے آپؐ کے کلام کی تاثیر کا بھی اندازہ ہوتا ہے' حضرت جابرؓ ایک واقعہ بیان کرتے تھے کہ ایک دفعہ جمعہ کے دن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر اچھی طرح بیٹھ گئے' تو آپؐ نے لوگوں سے بھی فرمایا: "بیٹھ جاؤ!" ابن مسعودؓ مسجد میں داخل ہو رہے تھے' انھوں

نے یہ الفاظ سنے تو مسجد کے دروازے ہی پر بیٹھ گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انھیں دیکھا تو فرمایا: "اے عبداللہ بن مسعود' اندر آ جاؤ"۔۲۱۔

ایسی تو بہت سی روایتیں ہیں کہ آپؐ کی تقریر سن کر لوگ شدتِ تاثیر سے رونے لگتے تھے۔ عرباض بن ساریہؓ کہتے تھے' کہ ایک دفعہ آپؐ (غالباً نماز کے بعد) ہماری طرف منہ کر کے بیٹھ گئے' اور ہمیں نہایت موثر انداز میں نصیحت کی کہ ہماری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔۲۲۔

اسی طرح کی ایک روایت اسماء بنت ابی بکرؓ کی ہے۔ ایک دن جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کی آزمائش کا ذکر کیا' تو سامعین آواز سے رونے لگے۔ یہ آواز اور شورِ گریہ اتنا بلند ہوا کہ "..... میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سمجھنے سے قاصر رہی"۔ جب لوگوں کا شور کچھ کم ہوا تو میں نے قریب بیٹھے ہوئے ایک صاحب سے پوچھا' "خدا تمھیں برکت دے' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر کیا فرمایا تھا؟"

انھوں نے کہا' "آپؐ نے فرمایا تھا کہ تم قبروں میں آزمائے جاؤ گے' اور یہ امتحان' فتنۂ دجال کے قریب قریب ہو گا"۔۲۳۔

متعدد روایات سے اس قسم کے زبردست ایمانی اثرات کا پتہ چلتا ہے۔ عام عرب' اور خصوصاً بدو' نرم دل لوگ نہ تھے۔ ان کے عادات و اطوار میں ایک طرح کی شدت اور سختی تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی اشاعت اور دین کے غلبے کے لیے ان کی اس خصوصیت سے پورا پورا کام لیا۔ لیکن پہلے اس سخت دھات کو پگھلانے اور اپنی مرضی کے مطابق ڈھالنے کی بھی ضرورت تھی۔ آپؐ کے پسندیدہ طور طریقوں' نرم خو اور عفو و درگزر کے نمونے سے صحابہؓ پر نہایت خوش گوار اثرات مرتب ہوئے (نگاہ یار من در من اثر کرد)۔ پھر آپؐ کے موثر اور دل نشین کلام نے بھی قلوب کو نرم کر دیا۔

اسی طرح کے ایک واقعے کے راوی ابوامامہؓ ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضر تھے۔ آپؐ نے ہمیں نصیحتیں کیں' اور ہمارے دل گداز ہو گئے۔ سعد بن ابی وقاصؓ رو پڑے اور بہت روئے۔ کہنے لگے' کاش مجھ کو موت آ جاتی'حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم جنت کے لیے پیدا کیے گئے ہو' تو تمھاری عمر جتنی طویل اور عمل کی نیکی جتنی زیادہ ہو گی تمھارے لیے بہتر ہی ہو گا۔۲۴۔

شاہکار خطاب

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سادہ لیکن پراثر خطابت کے کئی ایسے نمونے تاریخ میں

محفوظ ہیں' جن سے پتہ چلتا ہے کہ آپؐ نے اپنی خدا داد صلاحیت اور دانائی سے کام لے کر اسلامی تحریک کو اپنے ابتدائی دور ہی میں جاہلیت کی چٹانوں پر پاش پاش ہونے سے کس طرح بچایا۔ مدینہ کے دو طاقت ور قبائل اوس اور خزرج تھے۔ ظہورِ اسلام سے قبل ان میں شدید رقابت تھی' جس کے نتیجے میں ایک بڑی جنگ (بعاث) بھی ہو چکی تھی۔ یہ رقابت بعد میں بھی کبھی کبھی عود کر آتی تھی۔ ایک دفعہ دو صحابی جو ان مختلف قبائل سے تعلق رکھتے تھے' اس جنگ پر گفتگو کرنے لگے۔ واقعات کے بیان میں پہلے تو تلخی آئی' پھر نوبت سخت کلامی تک پہنچی' اور آخر کار دونوں نے اپنے اپنے قبیلے کو آواز لگائی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا' تو وہاں تشریف لے گئے اور خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

> اے گروہِ مسلمین! اللہ اللہ یہ جاہلیت کی پکار کیسی؟ حالانکہ میں ابھی تمہارے درمیان موجود ہوں۔ اللہ نے تمہیں اسلام کا راستہ دکھا دیا ہے' اور اس کے ذریعے تمہیں عزت و شرف بخشا ہے' اسی کے ذریعے جاہلیت کی باتوں سے تمہارا رشتہ کاٹ دیا ہے' اسی کے ذریعے تمہیں کفر سے نجات دلائی ہے' اور تمہارے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے الفت پیدا کر دی ہے... ۔۲۵۔

لوگوں کو اپنی غلطی کا احساس ہوا' اور وہ رونے لگے۔ دونوں گروہوں سے تعلق رکھنے والوں نے ایک دوسرے کو گلے لگایا' اور آپؐ کے ساتھ واپس ہوئے۔۲۶۔

اس طرح کی نازک صورتِ حال پر قابو پانے کے لیے آپؐ نے جو خطبات ارشاد فرمائے' اور ان میں سے جو خطبات تاریخ کے صفحات میں محفوظ رہ گئے ہیں' ان کا ایک شاہکار وہ خطاب ہے' جو ہوازن کے مالِ غنیمت کی تقسیم کے سلسلے میں ارشاد فرمایا تھا۔ یہ خطبہ بہت طویل نہیں' لیکن دنیا میں شاید ہی کسی قائد کی مثال پیش کی جا سکتی ہو' جس نے مختصر الفاظ میں اپنے رنجور' غضب ناک اور دل برداشتہ ساتھیوں کے دل اعتماد اور گرم جوشی سے اسی طرح معمور کر دیے ہوں۔

واقعہ یہ تھا کہ فتح مکہ کے بعد ہی ہوازن کا معرکہ پیش آیا۔ اس میں جو مالِ غنیمت ہاتھ آیا' اس کا بڑا حصہ آپؐ نے قریشِ مکہ (جو ابھی ابھی اسلام کے دائرۂ اطاعت میں آئے تھے) اور دوسرے قبائل میں تقسیم فرما دیا۔ مدینہ کے انصار کو یہ بات بری لگی۔ ان میں سے بہت سے لوگ فضول باتیں کرنے لگے۔ بعض نے یہ بھی کہہ دیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم (یعنی قریشِ مکہ) کی طرف داری کی ہے۔ سعد بن عبادہؓ ایک جلیل القدر انصاری اور صحابیِ رسولؐ تھے۔ وہ مدینہ کے ان غیر مطمئن عناصر کی نمائندگی کرتے ہوئے آپؐ کے پاس آئے۔ آپؐ

نے ان سے دریافت فرمایا کہ تمہارا موقف کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ' میں تو اپنی قوم کے ساتھ ہوں۔ یعنی وہ بھی مدینہ کے ان نوجوانوں کے ہم خیال تھے کہ جو اس تقسیم کو اپنی حق تلفی اور اپنے ساتھ بے انصافی پر محمول کر رہے تھے۔

آپؐ کے حکم پر انصار ایک جگہ جمع ہوئے' اور آپؐ نے ان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"...... اے گروہِ انصار! یہ کیسی بات ہے' جو مجھے تمہاری طرف سے معلوم ہوئی ہے؟ کیا تم اپنے دلوں میں میرے خلاف غصہ پاتے ہو؟

"کیا تم گمراہ نہیں تھے' تو جب میں آیا' تو اللہ نے تمہیں ہدایت دی۔ اور تم مفلس تھے تو اللہ نے تمہیں غنی کر دیا' اور تم باہم دشمن تھے' تو اللہ نے تمہارے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے الفت ڈال دی"۔

لوگوں نے کہا' "ہاں بے شک' اللہ اور اس کے رسولؐ ہی کی نعمت و احسان اور فضل سب سے بڑھ کر ہیں"۔

پھر آپؐ نے فرمایا:

"اے گروہ انصار' تم مجھے جواب کیوں نہیں دیتے""؟

شاید لوگوں کی آواز پست اور لہجہ دھیما تھا۔ آپؐ کے مکرر جواب طلب کرنے پر لوگوں نے کچھ بلند آواز سے کہا "یارسول اللہؐ ہم آپؐ کو کیا جواب دیں؟ اللہ اور اس کے رسولؐ ہی کی نعمت و احسان اور فضل سب سے بڑھ کر ہیں"۔

آپؐ نے فرمایا:

"نہیں' بلکہ خدا کی قسم' تم چاہتے تو یہ بھی کہہ سکتے تھے --- اور اس صورت میں بھی تم سچ ہی کہتے' اور تمہاری تصدیق ہی کی جاتی --- کہ تم [حضور اکرمؐ] ہمارے پاس جھٹلائے ہوئے آئے تھے' تو ہم نے تمہاری تصدیق کی۔ تمہیں لوگوں نے چھوڑ دیا تھا' تو ہم نے تمہاری مدد کی۔ تم دھتکارے ہوئے تھے تو ہم نے تمہیں پناہ دی' اور تم محتاج تھے' تو ہم نے تمہاری اعانت کر کے اپنے برابر کر لیا۔

"اے گروہِ انصار' تم اپنے دل میں ایک ایسے ناپائیدار مال کی بنیاد پر ناراض ہو گئے ہو' جو میں نے ابھی تازہ اسلام لانے والی قوم کو تالیفِ قلب کے لیے دیا ہے' حالانکہ میں نے تمہیں تمہارے اسلام کے سپرد کیا ہے۔

"اے گروہ انصار' کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ لوگ بکریاں اور اونٹ لے جائیں' اور تم

اپنے گھروں میں رسول اللہؐ کو لے جاؤ؟ خدا کی قسم' جو تم لے کر جاتے ہو' وہ اس سے بہتر ہے' جو وہ لے کر جا رہے ہیں۔ پس قسم ہے اس ذات کی' جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے' اگر ہجرت مقدر نہ ہوتی' تو میں انصار میں سے ایک شخص ہوتا۔ اگر تمام لوگ ایک گھاٹی کی طرف جائیں' تو میں انصار والی گھاٹی کی طرف جاؤں گا۔

"اے اللہ' انصار پر رحم فرما' انصار کے بیٹوں پر رحم فرما' اور انصار کے بیٹوں کے بیٹوں پر رحم فرما"۔

راوی کہتے ہیں کہ آپؐ کی گفتگو سن کر سارے لوگ رونے لگے' یہاں تک کہ آنسوؤں سے ان کی داڑھیاں تر ہو گئیں' اور سب نے کہا:

"اپنی قسمت اور حصے میں ہم رسول اللہؐ کے فیصلے پر راضی ہیں۔۲۷

معانی کی دنیا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام پر گفتگو کو ہم جاحظ کے اس نہایت جامع تبصرے کے ساتھ ختم کرتے ہیں' جسے علامہ رافعی نے "اعجاز القرآن" میں نقل کیا ہے' بقول جاحظ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ایسا ہوتا تھا کہ "اس میں الفاظ تو کم ہوتے مگر معانی کی ایک دنیا آباد ہوتی۔ بناوٹ سے خالی اور تکلف سے پاک . . . جہاں بسیط و تفصیل کی ضرورت ہوتی' وہاں آپؐ کا کلام مبسوط اور مفصل ہوتا' اور جہاں ایجاز و اختصار کی ضرورت ہوتی' وہاں مختصر نامانوس اور اجنبی الفاظ سے آپؐ گریز فرماتے۔ سوقیانہ اور شائستگی سے گرے ہوئے کلام سے آپؐ اجتناب فرماتے۔ جب بھی آپؐ کی زبان گویا ہوتی' اس سے حکمت کے جواہر ہی نکلتے! اور جب بھی آپؐ کلام فرماتے (وہ تائید الٰہی اور توفیق خداوندی کی بنا پر خطا و لغزش سے) معصوم ہوتا' اور اس میں نہایت پاکیزگی اور شائستگی ہوتی۔

"پس یہی آپؐ کا وہ کلام تھا' جس کے باعث اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں آپؐ کی محبت ڈال دی تھی' اور قبولیت کا دروازہ کھول دیا تھا۔ آپؐ کی ہیبت اور محبت دونوں کو بیک وقت لوگوں کے دلوں میں اکٹھا کر دیا گیا' اور آپؐ کے کلام کو حسنِ تفہیم اور قلتِ الفاظ کا جامع بنا دیا گیا۔ آپؐ باوجودے کہ کلام کا اعادہ فرمانے سے مستغنی تھے' اور سامع کو بہت کم ضرورت محسوس ہوتی تھی کہ آپؐ اپنی بات کا اعادہ فرمائیں' پھر بھی جب آپؐ گفتگو فرماتے تو نہ کوئی کلمہ ساقط ہوتا' نہ (مکرر ارشاد فرمانے میں) بھٹکتے' اور نہ کوئی دلیل آپؐ سے چھوٹ جاتی۔ پھر آپؐ کے کلام کے سامنے نہ تو کسی نے زبان کھولنے کی جرات کی' اور نہ کوئی خطیب آپؐ پر فوقیت حاصل

کر سکا۔ آپؐ کے انتہائی کامیاب خطبے، قلیل ترین الفاظ پر مشتمل ہیں۔ فریقِ مقابل کے آگے مسکت دلائل پیش کرنے میں آپؐ انھی باتوں سے کام لیتے، جن کو وہ پہلے سے جانتا ہوتا۔ صرف صداقت کو اپنی دلیل بناتے، اور صرف حق کی بنا پر کامیابی حاصل کرنا چاہتے۔ اس باب میں نہ چکنی چپڑی باتوں اور فریب سے فائدہ اٹھاتے، نہ عیب چینی کرتے۔ نہ سست روی اختیار فرماتے، اور نہ جلد بازی کرتے۔ نہ بات کو بڑھاتے اور نہ گھٹاتے۔

"پھر یہ کہ لوگوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام سے زیادہ عام نفع بخش کلام نہیں سنا۔ لفظاً، نہ آپؐ کے کلام سے زیادہ سچا اور عدل و توازن کے اعتبار سے متوازن تر کلام کبھی لوگوں کے کان میں پڑا، اور نہ روش کے لحاظ سے اس قدر حسین اور اپنے مطالب کے لحاظ سے اتنا مکرم کلام کسی کے سننے میں آیا۔ نہ موقع کے لحاظ سے اتنا برمحل، نہ مخرج میں اتنا نرم۔ نہ معنی کے لحاظ سے اتنے فصیح اور نحوی کے لحاظ سے اتنے واضح کلام سے لوگوں کے کان کبھی آشنا ہوئے تھے"۔۲۸۔

محفوظ رکھنے کا اہتمام

حدیث، سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں آپؐ کے جو خطبات (یا ان کے اقتباسات) اور فرامین محفوظ رہ گئے ہیں، وہ آپؐ کی معجز بیانی، حکمت و دانائی، الہامی فراست اور زندہ معجزے کی جھلکیاں ہیں، بلکہ ہمیشہ کے لیے ہدایت و راہ نمائی کے روشن منار ہیں۔ یہ ہماری بدنصیبی ہے کہ آپؐ کے تمام خطبات، بہ تمام و کمال محفوظ نہیں رہے ہیں۔ اکثر کتابوں میں جستہ جستہ اقتباسات ہی ہیں۔ اکثر خطبات کے سیاق و سباق سے پتہ چلتا ہے کہ اصل خطبہ بڑا تھا اور یہ اس کا ایک حصہ ہی ہے۔ ایک چینی کہاوت کے مطابق ہلکی روشنی بھی قوی ترین حافظے سے زیادہ دیرپا ہوتی ہے۔ چوں کہ بیش تر صحابہ نے آپؐ کے ان طویل خطبات کو محفوظ رکھنے کا کما حقہٗ اہتمام نہیں کیا تھا، (وجوہ سے بحث نہیں) اور آپؐ کے حینِ حیات انھیں ضبطِ تحریر میں نہیں لائے، اس لیے وہ اپنی مکمل صورت میں موجود نہیں ہیں۔ حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں:

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سامنے کھڑے ہوئے، اور اسی جگہ آپؐ نے قیامت تک ہونے والی ساری باتوں کا ذکر فرمایا۔ جن لوگوں نے ان باتوں کو یاد رکھا، یاد رکھا، اور جو بھول گئے، بھول گئے۔ یہ میرے دوست (یعنی حضرت حذیفہؓ کے ساتھی صحابہ) اسے جانتے ہیں، جب کوئی ایسی بات ظاہر ہوتی ہے، جسے میں بھول گیا تھا، تو مجھے وہ بات اپنے وقوع کے وقت یاد آجاتی ہے جسے آپؐ نے بیان فرما دیا تھا۔ بالکل اسی طرح جیسے ایک آدمی ایک غائب شخص کے

چہرے کو یاد رکھتا ہے' اور جب اسے دیکھ لیتا ہے' تو پہچان جاتا ہے"۔۲۹۔

ایک روایت میں حضرت عمرؓ نے بھی غالباً اسی خطبے یا اس طرح کے کسی دوسرے خطاب کی طرف اشارہ کر کے اس کے موضوعِ گفتگو پر بھی کچھ روشنی ڈالی۔ وہ کہتے تھے:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے درمیان کھڑے ہو کر اسی جگہ آغازِ پیدائش سے اہلِ جنت کے اپنے مقامات میں' اور اہلِ دوزخ کے اپنے مقامات میں داخل ہو جانے تک کا ذکر کیا۔ جس نے اسے یاد رکھا' اس نے یاد رکھا' اور جو بھول گیا' سو بھول گیا"۔۳۰

ایسی ہی روایت حضرت عمرو بن اخطب انصاریؓ کی ہے' جس سے خطبے کے طول کا اندازہ ہوتا ہے' اگرچہ دوسری روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ آپؐ کے خطبات عموماً مختصر ہوتے تھے' تاہم ایسے طویل خطبات بھی آپؐ نے ارشاد فرمائے ہیں۔ عمرو بن اخطبؓ کہتے ہیں:

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ہمیں صبح کی نماز پڑھائی' پھر منبر پر چڑھے اور ہم سے خطاب فرمایا' یہاں تک کہ دوپہر ہو گئی۔ آپؐ اترے' اور ظہر کی نماز پڑھائی۔ پھر منبر پر تشریف لے گئے' اور ہم سے خطاب فرمایا' یہاں تک کہ عصر کا وقت ہو گیا۔ آپؐ نیچے تشریف لائے اور نماز پڑھائی' پھر منبر پر تشریف لے گئے' یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ آپؐ نے ہمیں ان تمام باتوں کی خبر دی' جو قیامت تک ہونے والی تھیں۔ ہم میں سے وہ شخص عقل مند تر ہے' جس نے ان باتوں کو زیادہ یاد رکھا"۔۳۱۔

اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ پورا خطبہ کسی نے یاد نہ رکھا' یا کم از کم اس کی مکمل روایت نہیں کی گئی۔ احادیث و آثار میں "کتاب الفتن" تاریخ اور پیش گوئیوں کے طور پر جو روایات ملتی ہیں' خیال ہے کہ اس طرح کے خطبات سے ماخوذ ہوں گی۔ اس طرح کے طویل خطبات اپنے موضوع کی وسعت اور تنوع کی بنا پر یقیناً اور بہت سی احادیث کا بھی جزو بن گئے ہوں گے' اور اس طرح احادیث و آثار کی کتابوں میں آپؐ کے جو ارشادات محفوظ ہیں' ان میں سے بہت سے ایسے ہی خطبات کے اجزا ہوں گے۔ لیکن کیا ہی اچھا ہوتا اگر وہ خطبات بھی جوں کے توں محفوظ رہ جاتے یا شاید یہ بھی اللہ تعالیٰ کی حکمتوں میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ جس چیز کو چاہتا ہے' محو فرما دیتا ہے' اور جسے چاہتا ہے' باقی رکھتا ہے۔ اس کی حکمت ہر چیز پر محیط ہے۔

حواشی

۱۔ ۔ ولی الدین محمد بن عبداللہ عمری : مشکوٰۃ المصابیح : محمد سعید اینڈ سنز' کراچی' ج ا' ۱۳۳۱

۲۔ ۔ ایضاً' ج ا' ۱۳۲۱' ۱۳۲۹' ۱۳۳۱

۳۔ ۔ ایضاً' ج ا' ۱۳۲۹

۴۔ ۔ طبری' محمد ابن جریر' تاریخ الامم والملوک (اردو ترجمہ) ج ا' ص ۳۶۷

۵۔ ۔ شبلی' حوالہ مذکور' ج ۲' ص ۱۵۴' مشکوٰۃ ج ا' نمبر ۲۴۸۱

۶۔ ۔ ابوداوٗد' بحوالہ مشکوٰۃ ا ج ۲' ۴۱۶۶

۷۔ ۔ ایضاً' ج ا' ۱۳۰۸۔

۸۔ ۔ کتاب الشمائل لترمذی : نور محمد' کراچی' ص ۱۶۵' نیز عیاض' الشفاء' ص ۷۰

۹۔ ۔ کتاب الشمائل' ص ۶۷ – ۱۶۶' اعجاز القرآن' ص ۲۳ – ۳۲۲

۱۰۔ آپؐ کے "ہربات کو تین دفعہ دہرانے" کا مطلب یہ نہیں کہ ہر موقعہ پر ہر جملے کو تین تین دفعہ دہراتے تھے۔ اس طرح کی گفتگو نہ صرف سنجیدہ طریقِ تکلم کے خلاف ہے' بلکہ آدابِ فصاحت و خطابت سے بھی بعید ہے۔ مختلف روایتوں میں کلام اور خطبات جس طرح روایت ہوئے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ آپؐ جس بات کی تاکید فرمانا چاہتے' اس کی تکرار فرماتے' تاکہ سامعین کے ذہن میں اس کی اہمیت جاگزیں ہو جائے۔ بعض دفعہ آپؐ کے گرد سامعین کا مجمع ہوتا' اور یہ بھی ممکن ہے کہ سامنے' داہنے اور بائیں' تینوں اطراف میں موجود اصحاب کی طرف توجہ فرما کر آپؐ بات کو دہراتے ہوں۔ (محمد بن عیسیٰ ترمذی : شمائل ترمذی' (ترجمہ مولانا محمد زکریا) دارالاشاعت' کراچی' ص ۸ – ۱۵۷۔)

۱۱۔ ۔ مسلم' الجامع الصحیح' بحوالہ مشکوٰۃ : ج ا نمبر ۱۳۲۳

۱۲۔ مسلم' بحوالہ مشکواۃ : ج ۳' ۵۶۸۲

۱۳۔ ابوداوٗد' بحوالہ مشکوٰۃ' ج ۲' ۴۵۹۱

۱۴۔ مسلم' بحوالہ مذکور' ج ا' ۱۲۲۲

۱۵۔ ایضاً' ج ا' ۱۳۲۱

۱۶۔ بخاری و مسلم' بحوالہ مشکوٰۃ : ج ا' ۱۳۴۲

۱۷۔ نسائی' بحوالہ مشکوٰۃ : ج ا' ۱۳۲۶

۱۸ ۔ مسلم بحوالہ مشکوٰۃ، ج ۱، ۱۳۶۸

۱۹ ۔ بخاری بحوالہ مشکوٰۃ ج ۱، ۱۶۶۱

۲۰ ۔ بخاری و مسلم، بحوالہ مشکوٰۃ : ج ۱ ، ۱۳۴۵

۲۱ ۔ ابوداؤد، بحوالہ مذکور، ج ۱، ۱۳۳۴

۲۲ ۔ احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، بحوالہ مذکور : ج ۱ ، ۵۷

۲۳ ۔ ایضاً، ج ۱ ، ۱۲۹

۲۴ ۔ احمد، بحوالہ مذکورہ ج ۲ ، ۱۵۲۶

۲۵ ۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ : ج ۲ ، ص ۲۰۵

۲۶ ۔ ایضاً ج ۲ ، ص ۲۰۵

۲۷ ۔ ابن ہشام : السیرۃ النبویۃ : ج ۴ ، ص ۴۳ - ۱۴۱ ، : بخاری : ج ۲ ، ص ۳۸۲

۲۸ ۔ رافعی، مصطفیٰ صادق : اعجاز القرآن و بلاغۃ النبویۃ مطبع الاستقامۃ مصر، ۱۹۴۵ ، ص ۱۵ - ۳۱۴ ، ۳۱۴

۲۹ ۔ بخاری و مسلم، بحوالہ مشکوٰۃ : ج ۳ ، ۵۱۱۴

۳۰ ۔ بخاری ، بحوالہ مذکور ، ج ۳ ، ۵۱۱۴

۳۱ ۔ مسلم، بحوالہ مشکوٰۃ، ج ۳، ۵۶۸۲۔آپؐ کے خطبات کے کئی مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ سیرت کے علاوہ "جمہرۃ الخطب العربیہ" میں عرب کے مشہور خطبا کے ساتھ آپؐ کی تقاریر بھی ہیں۔ ڈاکٹر حمید اللہ صدیقی نے "الوثائق السیاسیۃ" میں آپؐ کی تحریریں جمع کی ہیں۔ راقم الحروف نے بھی پورے پس منظر کے ساتھ آپؐ کی تقریریں اور تحریریں جمع کی ہیں۔